شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

رحیمیہ

لاہور

زیرِ سرپرستی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

جون 2009ء جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ | شمارہ نمبر ۶ | جلد نمبر ۱ | قیمت 10 روپے

مجلس ادارت

صدرِ مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

مدیرِ اعلیٰ: مفتی عبدالخالق آزاد

مدیر: محمد عباس شاد

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی (بورے والا)

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)

حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)

حضرت مولانا محمد مختار حسن (نوشہرہ)

حضرت مولانا پروفیسر حسین احمد علوی (چشتیاں)

حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خاں)

محترم محمد اسلوب قریشی (لاہور)

محترم سید مطلوب علی زیدی (لاہور)

حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)

محترم سید اصغر علی شاہ بخاری (پیر جو گوٹھ)

محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)

محترم سید سیف الاسلام خالد (راولپنڈی)

محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)

محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)

حضرت مولانا قاری تاج افسر (اسلام آباد)

حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)

حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)

حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)

ترتیب عنوانات

درسِ قرآن.........افادات: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ ۲

درسِ حدیث.........مولانا خواجہ عبدالحیؒ فاروقیؒ ۲

اداریہ.........مدیرِ اعلیٰ ۳

عالمی معاشی عدمِ استحکام اور ایک نئی کرنسی کی ضرورت .. مرزا محمد رمضان ۳

خطبہ جمعۃ المبارک.........مفتی عبدالخالق آزاد ۴

دینی مسائل.........مفتی عبدالغنی قاسمی ۵

رفتارِ کار.........عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ ۵

حرمین شریفین کا مبارک سفر.........مفتی عبدالخالق آزاد ۸

شعبہ مطبوعات

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

برائے رابطہ

رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور

فون: 0092-42-6307714/6369089

Web:www.rahimia.org

درسِ قرآن

افادات: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ

اصولِ دین کی اہمیت

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

ترجمہ: ''زمانہ کی قسم! یقیناً انسان گھاٹے میں ہے، سوائے ان کے جنہوں نے ایمان اختیار کیا اور اچھے کام کئے اور آپس میں حق کی تلقین کرتے رہے اور صبر واستقامت کی تلقین کرتے رہے''۔

امام شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: مختلف قوموں میں نبیوں کے ذریعے سے جو شریعتیں آئیں، ان میں بعض اصول ایسے ہیں جو سب الہامی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ گویا علومِ متعارفہ (Postulates) ہیں۔ ان کے مجموعے کو ''دین'' کہتے ہیں۔

مثلاً یہ عقائد: (۱) خدا ایک ہے، (۲) موت کے بعد بھی زندگی ہے۔ (۳) انسانوں کو ان عملوں کی جزا (یا سزا) ملتی ہے، (۴) مختلف قسم کی شخصی نیکیاں (اصولِ اقترابات) مثلاً طہارت، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، نفلی عبادات وغیرہ اور (۵) مختلف معاشرتی اصول (معاشرتی ارتفاقات) مثلاً نکاح، اجتماعی عدل قائم کرنے اور ظلم کو مٹانے کی کوشش کرنا، (۶) غلط کاروں کو سزا دینا، (۷) اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے لڑنا، یہ سب دین کے اصول کہلاتے ہیں۔

ان عقیدوں، شخصی نیکیوں، معاشرتی اور ثقافتی اصولوں نے ہر زمانے میں قوموں کے مزاج اور جغرافیائی اور تاریخی حالات کے مطابق مختلف شکلیں اور صورتیں اختیار کی ہیں۔ ان خاص شکلوں کا مجموعہ جو دین کے اصول ہیں اور ہر زمانے میں اختیار کئے جاتے رہے ہیں اس زمانے کی شریعت کہلاتا ہے۔

(ملخص از حجۃ اللہ البالغہ، جلد اول ص 86-87)

قرآن حکیم کا اسلوبِ بیان یہ ہے کہ وہ دین کے بنیادی اصولوں کی تشریح بعض چھوٹی سورتوں میں کر دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ لمبی سورتوں میں، جہاں ان اصولوں کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان پر تفصیلی بحث نہیں کرتا۔ بلکہ صرف اشارہ کر دینا یا ان کے لئے اصطلاحی الفاظ استعمال کرنا ہی کافی سمجھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لمبی سورتوں میں ان اصولوں کو انہی معنوں میں لیا جائے گا۔ جو چھوٹی سورتوں میں معین کئے جاچکے ہیں۔

مثلاً قرآن حکیم میں بار بار آتا ہے: الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (جنہوں نے ایمان اختیار کیا اور اچھے عمل کئے) اس مختصر سے فقرے میں دو اصطلاحیں آئی ہیں:

''الَّذِیْنَ آمَنُوْا'' اور ''عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ''

ان دونوں اصطلاحوں کی تشریح سورۂ عصر میں کر دی گئی ہے۔ اس لئے قرآن حکیم کے باقی مقامات میں ان اصطلاحوں سے وہی معنیٰ مراد ہوں گے جو اس سورت میں معین کئے گئے ہیں۔

جو لوگ قرآن حکیم کے اس اسلوبِ بیان اور اس قسم کی اصولی آیتوں کی مراد اچھی طرح سے نہیں سمجھتے وہ اس کتابِ عظیم کا مقصد معین کرنے میں ٹھوکریں کھاتے ہیں اور وہ ہر ایک سورت میں اصولی کلمات کے الگ الگ معنی کرتے ہیں جو ان کے خیال میں اس جگہ کے لئے موزوں ہوتے ہیں۔ یہ ان کی بڑی بھول ہے۔

اس سورت میں ایمان سے کیا مراد ہے؟ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ ''جب تم کوئی کام کرنا چاہتے ہو تو سب سے پہلے اس کی نیت یا ارادہ کرتے ہو، اگر کوئی شخص یہ نیت یا ارادہ کرلے کہ میں اللہ کے سب حکموں کی تعمیل کروں گا تو یہ جامع نیت ''ایمان (یعنی جامع نیت)'' ہے۔

عمل صالح کیا ہے؟ بدنِ انسانی کی ہر وہ حرکت وسکون جو انسان کے ایمان کے مطابق ہو اور اس کی تعمیل وتکمیل کے لئے ہو، عمل صالح ہے۔

درسِ حدیث

تشریح: مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقیؒ

راہنما اور باصلاحیت افراد کی کمی

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما الناس كالابل المائة لا تكاد تجد فيها راحلة .

ترجمہ: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''لوگ ان سو اونٹوں کے گلّے کی طرح ہیں، جس میں طاقت ور اور بوجھ اُٹھا کر دوڑنے والا اونٹ بمشکل ملتا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق: باب تغیر الناس، الفصل الاول)

اس حدیث پاک میں ختم المرسلین ﷺ نے اہل دنیا کا نقشہ نہایت مختصر لیکن واضح لفظوں میں کھینچا ہے، فرماتے ہیں کہ یوں تو آدمی دنیا کے اندر تعداد میں تو بہت زیادہ ہیں لیکن ان میں سے کام کے لوگ بہت کم ہیں، اگر ڈھونڈو تو شاید بمشکل تھوڑے سے ملیں۔

یہ آپؐ نے اس زمانے میں فرمایا جب انسان کی تاریخ باقاعدہ موجود نہ تھی، آپ نے اپنے اس زمانے کے لوگوں کو دیکھ کر یا پہلے زمانے کے لوگوں کا حال وحی الٰہی کے ذریعہ معلوم کر کے یہ رائے ظاہر فرمائی، دنیا کی تاریخ سے جو بعد میں بڑی تلاش وجستجو سے جمع کر کے لکھی گئی، حضورؐ کے اس ارشاد کی برابر تائید ہوتی ہے، علم کی اتنی ترقی ہو جانے کے باوجود ان حقائق پر کچھ اضافہ نہیں کیا جاسکا، جو آپ ﷺ نے انسان کو بتائے۔ البتہ بعض لوگوں نے ان کو توڑنے کی کوشش کی لیکن وہ کچھ نہ کر سکے، سوائے اس کے کہ بے کار باتوں کو مغالطّوں کے ذریعے کام کی باتیں ثابت کرنے کی کوشش کریں۔

حدیث نبویؐ سے جو بات صاف صاف سمجھ میں آرہی ہے وہ یہ ہے کہ اگر صحیح تعلیم وتربیت کے ذریعے انسان کی اصلاح کی کوشش نہ ہوتی رہے تو وہ کسی کام کے نہ رہیں۔ عام طور پر انسانوں میں صلاحیت اور استعداد کی کمی ہوتی ہے، بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو تمام اُمور عقل مندی اور سمجھ داری سے سرانجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ ایک سو انسانوں میں سے بمشکل کوئی ایک ہی انسان ایسا ہوتا ہے جس میں ذمہ داری کے ساتھ اُمور سرانجام دینے کی صلاحیت ہو، البتہ تعلیم وتربیت اور نظم وضبط کے ذریعہ کچھ لوگوں کی صلاحیتوں کو صیقل کیا جاسکتا ہے۔

جس پروردگار نے انسان کو پیدا کر کے اس دنیا میں بھیجا ہے اس نے اس کا بھی انتظام کر دیا ہے کہ ہر زمانے میں اس کو صحیح طریقہ سمجھانے والے بھی پیدا ہوتے رہیں اور اس کی صحیح تعلیم وتربیت کا کام انجام دیں، یہ لوگ اللہ کے رسول ہیں جن کا کام یہ ہے کہ انسان کو زندگی بسر کرنے کا صحیح طریقہ سکھائیں ان کے بعد وہ لوگ ہیں جو ان سے دین کی باتیں سیکھ کر انہیں دنیا میں رواج دیتے رہیں، اللہ کے رسولوں نے عموماً اپنے بعد ایسے لوگ چھوڑے ہیں جو بعد میں لوگوں کی رہنمائی کرنے کے قابل ہوئے، ان لوگوں کے ختم ہو جانے کے بعد نیا رسول بھیجا جاتا تھا لیکن خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کی اُمت میں ایسے باصلاحیت لوگ قیامت تک باقی رہیں گے، جو انسان کو راہِ راست پر قائم رکھنے کی کوشش کرتے رہیں، رسول کوئی نہیں بھیجا جائے گا۔ اب اگر خدانخواستہ لوگ ان کی نہ سُنیں بلکہ اپنی ہی چلانی چاہیں تو وہ زندگی کے کسی مرحلے میں کامیاب نہ ہوسکیں گے۔

عام لوگوں کو صحیح تعلیم وتربیت اور انتظامی اُمور کی مہارت حاصل کئے بغیر انتظامی اُمور چلانے کا اختیار مل جانا اُمور کو نااہل کے سپرد کر دینا ہے جو اس قوم کی قیامت سے کم نہیں اور تباہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ اس لئے سمجھدار اور باشعور لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے گرد وپیش کا صحیح شعور حاصل کریں اور اس حوالہ سے انتظامی اُمور کی مہارت اور صلاحیت واستعداد اپنے اندر پیدا کریں، اور عام لوگوں کو ان کی بہتری کے طریقے سکھائیں، صحیح تربیت کے بغیر یہ لوگ سوائے کام بگاڑنے کے اور کچھ نہیں کر سکتے، لازم ہے کہ وہ مخلص اور باشعور رہنماؤں کے کہنے پر چلیں۔ اور یہ رہنما بھی اپنے آپ کو رہنما بننے کے لائق ثابت کریں۔

عادلانہ نظام: وقت کی پکار

قوموں کی ترقی کے لئے صحیح فکر پر مبنی عادلانہ نظام کی ضرورت ہوتی ہے۔ایسے نظام کی طاقت قومی سطح پر افراد کی شیرازہ بندی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ مضبوط، مستحکم اور عادلانہ بنیادوں پر قائم نظام ہی قومی اور بین الاقوامی سطح کے مسائل حل کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔کسی بھی نظام کی طاقت تنظیمی قوت پر مبنی ہوتی ہے، اور تنظیمی قوت کے لئے ضروری ہے کہ افراد کی تعلیم و تربیت اور ان میں تنظیمی مہارت، نظام چلانے کی صلاحیت پیدا کرنے کی طرف توجہ دی جائے۔

بڑی بدقسمتی ہے کہ ہمارے ملک میں عادلانہ نظام کے قیام کے لئے بلند بانگ نعرے اور زوردار بیانات بہت جاری کئے جاتے ہیں، لیکن عملی طور پر قومی آزادی کی سوچ، امن، معاشی خوشحالی اور عدل و انصاف کے اساسی اصولوں کی بنیاد پر تعلیم و تربیت اور تنظیمی مہارت اور صلاحیت و استعداد پیدا کرنے کا کام نہیں کیا جارہا۔ ہمارے تعلیمی ادارے سماجی زندگی کے اساسی اصولوں کی پاسداری اور اس پر تربیت اور تنظیمی صلاحیت پیدا کرنے سے عاری ہوچکے ہیں، وہ اسی فرسودہ اور گھسے پٹے نظامِ تعلیم کو چلا رہے ہیں، جو نوآبادیاتی دور کے تقاضوں کے مطابق برصغیر پاک و ہند کی غلامی کے زمانہ میں انگریز سامراج نے قائم کیا تھا وہ نظامِ تعلیم عدل و انصاف کے قومی تقاضوں سے ناآشنا ہے۔

آج پوری قوم یہ خواہش رکھتی ہے کہ ملک میں عدل و انصاف، امن و خوشحالی اور ترقی کا دور دورہ ہو، لیکن اس کے لئے جس طرح کے تربیت یافتہ افراد اور منظّم جماعت کی ضرورت ہے، اس کی طرف توجہ نہیں دی جارہی، ایسے میں کیا محض نعروں سے تبدیلی ممکن ہے؟ کیا محض چہروں کی تبدیلی سے نظامِ عدل کا قیام ہوسکتا ہے؟ نظام فرسودہ ہے، قانون نوآبادیاتی دور کی یاد دلاتا ہے، ادارے غلامانہ سوچ کے دائرے سے باہر نکلنے کو تیار نہیں، اور شخصیات کے ذاتی مفادات کے اسیر ہوچکے ہوں تو محض چہروں کی تبدیلی سے نظام کی تبدیلی کیسے ممکن ہے؟ آج بڑے جوش و خروش سے شخصیات کی تبدیلی پر عدل و انصاف کے نام پر خوشیاں منائی جاتی ہیں، لیکن اداروں کی غلامانہ سوچ نہیں بدلی جاتی۔ظلم کے نظام کا بنیادی ڈھانچہ قائم رہتا ہے۔طبقاتی مفادات نے قومی مفادات کو اپنا گرویدہ بنایا ہوا ہے، سرمایہ داری، جاگیرداری اور مذہبی فرقہ واریت کا تسلط قائم ہے، اور وہ ظلم کے فروغ کے لئے کردار ادا کررہے ہیں، ایسے حالات میں کیسے یہ کہا جاسکتا ہے کہ محض چند افراد کے آنے جانے سے ''عدل کا نظام'' قائم ہوگیا ہے۔

گزشتہ دنوں کافی عرصہ کے بعد ہمارے ملک میں عدل و انصاف اور قانون کی بالادستی کا غلغلہ بڑے زور و شور سے بلند کیا گیا، تحریکات چلائی گئیں، ریلیاں نکالی گئیں، دھرنا دینے کا نعرہ لگایا گیا، عدل و انصاف کی بالادستی کے لئے جانوں کی قربانی کی بات کی گئی، اس سے یہ واضح ہوا کہ ہمارے ملک میں عام لوگوں میں عدل و انصاف کا جذبہ تو بہت اُبھارا گیا ہے بلکہ اس حوالے سے جذبات بڑے غالب ہیں لیکن نتائج کے حصول کے لئے صحیح رُخ پر شعوری جدوجہد کا فقدان ہے۔

آج پوری قوم کی آواز عدل و انصاف پر مبنی نظام کے قیام کے لئے متفق ہوچکی ہے، لیکن اس کے لئے جس ضروری تیاری کی طرف توجہ ہونی چاہئے، اسے پیدا کرنے کی ضروت ہے۔آج ایسے تعلیمی اداروں اور تنظیمی مہارتوں کو منتقل کرنے والی منظّم جماعت کی ضرورت ہے، جو عقل و شعور، فہم و بصیرت کے ساتھ سماجی زندگی کے اعلیٰ دینی اصول و نظریات کو سمجھنے اور ان پر تنظیمی صلاحیت پیدا کرنے، اور باوقار انداز سے جدوجہد اور کوشش کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو۔نوجوان نسل کی شعوری آبیاری مستقبل کی تعمیر و تشکیل کے لئے انتہائی ضروری ہے اور اس کے لئے ہمیں اپنی قومی اور دینی ذمہ داریوں کو سمجھنا ہوگا۔اور عادلانہ نظام کے قیام کے تقاضوں کے لئے جذباتی نعروں کی بجائے شعوری بنیادوں پر جدوجہد کرنا ہوگی۔اللہ تعالیٰ اس حوالے سے ہمیں عقل و شعور نصیب فرمائے۔آمین (مدیرِاعلیٰ)

عالمی معاشی عدمِ استحکام اور ایک نئی کرنسی کی ضرورت

مرزا محمد رمضان

''دنیا میں ایک جدید کرنسی وجود میں آنی چاہئے، جسے نہ صرف اقوامِ متحدہ کی تائید و تحفظ حاصل ہو بلکہ اس میں حالیہ معاشی بحران سے نکلنے کی استعداد بھی ہو''، ان خیالات کا اظہار قازقستان کے صدر نور سلطان نذر بائیوف نے ''یورو ایشیئن ایسوسی ایشن آف یونیورسٹیز'' کی کانگرس کے 21ویں سالانہ اجلاس منعقدہ ''آستانہ'' کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا۔

ان کا کہنا ہے کہ آج ہمیں جدید عالمی کرنسی تشکیل دینے کی طرف تیزی سے پیش قدمی کرنی چاہئے۔ جدید کرنسی کو اقوامِ عالم کی آراء کی روشنی میں تشکیل دینا ہوگا۔اس کا بنیادی یونٹ ایسا ہو کہ جسے نہ صرف تمام ممالک نے قبول کیا ہو بلکہ اس کے اجراء میں بھی تمام ممالک برابر کے شریک ہوئے ہوں۔

قازق صدر کا کہنا ہے ہمارا پختہ یقین ہے کہ حالیہ عالمی مالیاتی نظام مستقبل تو رہا ایک طرف، عصر حاضر کے معاشی مسائل کو حل کرنے کی بھی اہلیت نہیں رکھتا۔عالمی معاشی نظام جس کے تحت تجارت جیسا اہم ترین شعبہ کام کرتا ہے اور جس پر آج ہم سب کا دارومدار ہے، دنیا میں معاشی استحکام پیدا کرنے میں ناکام ہوچکا ہے۔اس کے تحت جس طریقۂ کار سے عالمی کرنسی کا اجرا ہورہا ہے وہ انتہائی غیر قانونی ہے، کیوں کہ اسے اقوامِ عالم کی کوئی تائید حاصل نہیں ہے۔یہ کرنسی غیر قانونی اور غیر جمہوری بنیادوں پر جبر کے نظام کے تحت دنیا پر مسلط کی گئی تھی، عالمی منڈی میں اس کی طلب و رسد کے توازن کا جو طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے، وہ بھی جدید جمہوری اصولوں سے کسی قسم کی مناسبت نہیں رکھتا۔عالمی کرنسی مارکیٹ کہنے کو تو انتہائی ترقی یافتہ سماج کی نمائندہ کہی جاتی ہے، لیکن حقیقت میں یہ کرنسی کو کنٹرول کرنے کا انتہائی تحکمانہ اور غیر جمہوری طریقہ ہے، جس کے باعث یہ طریقہ قابل اعتماد نہیں رہا۔

دنیا کے بہت سے ممالک نے حالیہ عالمی مالیاتی بحران سے نجات حاصل کرنے کے لئے کئی قسم کے اقتصادی ماڈلز پیش کئے ہیں، انہوں نے اس سلسلہ میں خاص طور پر جرمن چانسلر کے پیش کردہ ماڈل کا حوالہ دیا۔جس میں انہوں نے ایک عالمی معاشی بورڈ تشکیل دینے کی بات کی ہے، جس میں حالیہ اقتصادی بحران کا جائزہ لے کر اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے ایک مربوط منصوبہ کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا تصور دیا گیا ہے۔

قازق صدر کا کہنا ہے کہ آج دنیا کو ایک مشترکہ کرنسی تشکیل دینی چاہئے، ایسی کرنسی جسے اقوامِ متحدہ کی تائید و تحفظ حاصل ہو۔ ہندوستان کے حالیہ دورہ کے دوران انہوں نے کہا کہ آج اس بات کی سخت ضرورت محسوس ہورہی ہے کہ ایک آزاد اور خودمختار عالمی کرنسی وضع ہو جس کا دارومدار محض کسی ایک ملک کی صوابدید پر نہ ہو، جیسا کہ حالیہ امریکی ڈالر کی شکل میں ہورہا ہے۔

روسی وزیراعظم ولادی میر پیوٹن نے عالمی معاشی فورم کے حالیہ اجلاس منعقدہ ''ڈیووس'' میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج ہمیں ایک سے زیادہ عالمی کرنسیوں کے نظام کی ضرورت ہے۔تاہم دونوں رہنماؤں یعنی قازق صدر نور سلطان نذر بائیوف اور سابق روسی صدر اور حالیہ وزیراعظم ولادی میر پیوٹن نے ایک مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ہمیں حالیہ معاشی بحران کے تناظر میں امریکی ڈالر کو عالمی کرنسی کی حیثیت سے قبول کرنے کی حالت سے فوری طور پر نجات حاصل کرلینی چاہئے، کیوں کہ اس وقت عالمی کرنسی کے طور پر محض امریکی ڈالر پر دنیا کے انحصار کی وجہ سے ہی عالمی اقتصادی بحران وجود میں آیا ہے، جس نے دنیا بھر کے عالمی مالیاتی نظام کو تباہ کردیا ہے، اور جس کی وجہ سے آج اقوامِ عالم میں معاشی سرگرمیاں دم توڑ چکی ہیں۔اس تناظر میں یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ تمام ممالک کی مساوی شراکت کے ساتھ ایک نئی عالمی کرنسی کی تشکیل کے لئے غور و فکر کیا جائے۔

خطبہ جمعۃ المبارک

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب —— ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

(مؤرخہ: 13 مارچ 2009ء بمقام ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ، لاہور)   ضبط وتحریر: مولانا محمد جمیل

نحمدهٗ ونصلی علی رسوله الکریم، امّا بعد: قال الله تبارک وتعالیٰ:

وَمَا اَرۡسَلۡنَاکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِیۡنَ ، اِنَّا اَرۡسَلۡنَاکَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِیۡراً o

حضور اکرم ﷺ انبیاء کرام میں وہ اولوالعزم اور آخری نبی ہیں کہ جن کی زندگی پوری انسانیت کے لئے قیامت تک مینارۂ نور کی حیثیت رکھے گی۔ حضور ﷺ کی سیرتِ مبارکہ انسانیت کی ترقی کا اعلیٰ نمونہ ہے، انسانیت آپ ﷺ کے بتائے ہوئے راستہ کو مدنظر رکھ کر دنیا وآخرت میں کامیاب ہوسکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے انسانی زندگی میں وہ عظیم الشان انقلاب برپا کیا ہے کہ انسانی تاریخ میں نہ اس سے پہلے ایسا ہوا اور نہ بعد میں ہوگا۔ انسانی معاشرے میں سیکھنے اور سکھانے کا عمل مسلسل جاری اور ساری رہا ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک انسانیت اپنے سیاسی، سماجی اور معاشرتی حقوق کو سمجھنے اور اس کا نظام قائم کرنے میں مصروفِ عمل رہی ہے۔ یہ بات دنیا کی تمام اقوام تسلیم کرتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ساتویں صدی عیسوی میں انسانیت کی سماجی زندگی کے تمام شعبوں میں انسانی بنیادوں پر فکر وعمل کا ایک جامع نظریہ دیا اور پھر اس نظریہ پر ایک مکمل نظامِ زندگی استوار کیا اور جامع سسٹم تشکیل دیا۔ گویا کہ آپ ﷺ دین اسلام کی تعلیمات کی اساس پر ایک عالمی سطح کا سیاسی اور معاشی نظام قائم کرنے کی صلاحیت انسانیت میں پیدا کی اور عملی طور پر ایسا نظام قائم کر کے دکھایا، اس کے ساتھ ہی حضور ﷺ نے مختلف علاقوں کی انسانی جماعتوں میں باہمی رابطوں کا ایک بہترین نظام متعارف کروایا۔ انسانی معاشروں کے سیاسی اور معاشی دائروں میں ترقی کا عمل بڑی اہمیت کا حامل ہے اور پھر ان دائروں میں حضور ﷺ کی تعلیمات، سیرت وکردار اور آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ دنیا میں یہ نظام کن اساسی اصولوں پر قائم ہوتا ہے، اس کی بنیادیں کیا ہیں، اور اس نظام کو قائم کرنے کے لئے حضور ﷺ نے کونسی حکمت عملی اختیار فرمائی، موجودہ دور میں اس بات کو سمجھنا بڑا ضروری ہے۔

ربیع الاوّل کے اس مبارک مہینہ میں ہم حضور ﷺ کی زندگی کے بہت سارے پہلوؤں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ واعظین، مقررین اور ملک وملت کے رہنما اس موقع پر سیرت کے حوالہ سے تقریریں کرتے ہیں، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ آج ہم جن اجتماعی مسائل کا شکار ہیں، جس دگرگوں صورتحال سے دوچار ہیں، ایسی حالت میں حضور ﷺ کی سیرت کے ان اساسی اصولوں کو سمجھنا ضروری ہے، جن پر عمل کر کے ہم اپنے معاشرے کے زوال کو دور کرسکیں اور مجموعی طور پر ہم ترقی کے راستہ پر گامزن ہوسکیں۔ اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس کو سمجھا جائے کہ حضور ﷺ نے انسانی معاشروں کی تشکیل کے لئے جو نظریہ پیش فرمایا تھا وہ نظریہ کیا ہے؟ اس نظریہ کی تفصیلات کیا ہیں؟ اور دوسرے مرحلہ پر اس بات کو سمجھا جائے، حضور ﷺ نے اس نظریہ کی بنیاد پر جو عملی نظام تشکیل دیا اس کی حکمت عملی کیا تھی؟ حضور ﷺ کی سیرت کے یہ دو پہلو اگر ہمارے پیش نظر رہیں اور اس حوالہ سے ہمارا مطالعہ ہو تو یقیناً آج کے زوال سے نکلنے کا لائحہ عمل ہمارے سامنے آسکتا ہے۔

قرآن حکیم نے حضور ﷺ کا نظریہ جو بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ پوری انسانیت کے لئے مبعوث ہوئے اور آپ کو تمام انسانیت کے لئے رحمت بنایا گیا۔ آپ ﷺ کے پیش نظر کوئی خاص گروہ، جماعت، نسل یا کسی خاص ملک کے لوگ نہیں ہیں بلکہ پوری انسانیت کے مسائل کو حل کرنا آپ ﷺ کی زندگی کا بنیادی دستور العمل ہے، نوعِ انسانی کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لئے آپ ﷺ کی بعثت ہوئی ہے۔ (**بعثت الی الناس کافة**) گویا کہ آپ ﷺ کا نظریہ محدود نہیں بلکہ اس کی وسعت کل انسانیت کے لئے ہے۔ ہمارے واعظین یہ بات کہتے ضرور ہیں کہ حضور ﷺ تمام جہان والوں کے لئے رحمت ہیں، آپ ﷺ تمام انسانیت کے لئے مبعوث ہوئے لیکن اس کا مطلب کیا ہے؟ انسانی معاشرے کی تشکیل کے لئے یہ بنیادی اور اساسی بات ہے، کل انسانیت کی طرف مبعوث ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسانیت کے تمام مسائل کو انسانی بنیادوں پر دیکھا جائے، طبقاتی، جماعتی، نسلی اور گروہی بنیادوں پر انسانی مسائل کو نہ دیکھا جائے، بلکہ انسانی حوالہ سے مسائل کو سمجھا جائے اور انہیں انسانی نقطہ نظر سے ہی حل کیا جائے، یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک ڈاکٹر کسی مریض کو مرض کی بنیاد پر دیکھتا ہے کہ فلاں شخص کو کونسا مرض لاحق ہے، اور اس کا کیا علاج ہونا چاہئے، گویا کہ ڈاکٹر اسی کو کہا جائے گا جو کہ مرض کی تشخیص انسانی بنیادوں پر کرے۔ اور اگر وہ ڈاکٹر امیر، غریب، کالے، گورے اور طبقات کی بنیاد پر امراض کی الگ الگ تشخیص شروع کردے تو اس کو ڈاکٹر نہیں کہا جاسکتا۔ یہ تو ایک شعبہ کی بات ہوئی، انسانی معاشرہ جب تشکیل پاتا ہے تو انسانوں کے درمیان سیاسی روابط اور تعلقات قائم ہوتے ہیں ان کو ایک دوسرے سے لین دین کرنا پڑتا ہے۔ معاملات طے کرنے ہوتے ہیں، اداروں کی تشکیل کرنی ہوتی ہے، اسی طرح معاشی حوالہ سے مختلف ادارے بنائے جاتے ہیں۔ اب ان اداروں کی تشکیل کے وقت کوئی نظام انسانوں کو نسلی اور مذہبی بنیادوں پر تقسیم کرنا شروع کردے، تو یہ نظریہ انسانیت کا نہیں بلکہ فرقہ واریت کا نظریہ ہے۔ یہ نسل پرستی اور گروہیت کی بات ہے، آپ ﷺ پوری انسانیت کی طرف مبعوث ہوئے تو وہاں پر یہ دیکھا جائے گا کہ قومی اور بین الاقوامی نظام تشکیل دیتے وقت انسانوں کے لئے مسائل اور رکاوٹیں کیا ہیں اور ان کو دور کیسے کیا جائے گا۔

حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت انہی خطوط پر فرمائی، اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ خلافت راشدہ کے چالیس سالہ دور میں سماجی تشکیل میں سیاسی، سماجی اور معاشی اداروں کو بناتے وقت طبقاتی، نسلی اور گروہیت کی تقسیم کو پیش نظر نہیں رکھا گیا۔ بلکہ ان اداروں کی تشکیل میں انسانی بنیادوں پر صلاحیت اور استعداد کو مدنظر رکھا گیا اور دنیا کے تمام شعبوں میں صلاحیت کو ضرور مدنظر رکھا جاتا ہے۔ مثلاً طبّ ایک شعبہ ہے، اس میں کام کرنے والوں کی صلاحیت میں فرق ہوسکتا ہے کہ ایک ڈاکٹر اپنے تمام شعبوں میں مہارت رکھتا ہو تو اس کے کام کرنے کی صلاحیت عمدہ ہوگی، اور دوسرا ڈاکٹر ہے اس کو ایک شعبہ میں تجربہ ہے، تو اس کی صلاحیت اور رائے اس ایک شعبہ میں کار آمد ہوگی، اسی طرح حضور ﷺ نے جو جماعت تشکیل دی اور اس کی تربیت فرمائی تو اس پوری جماعت کا نظریہ تو ایک ہے لیکن صلاحیت میں فرق ہوسکتا ہے، مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، ان میں صلاحیت ہے کہ وہ عالمی سطح کا نظام قائم کرسکتے ہیں، ایک صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں کہ جو بات ایک دفعہ سُن لیتے ہیں فوراً ان کے ذہن میں پیوست ہوجاتی ہے اور اس کو لفظ بلفظ آگے منتقل کرنے کی صلاحیت ان میں موجود ہے، لیکن سیاسی عمل میں ان کی صلاحیت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درجہ کی نہیں ہے، اسی طرح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہیں کہ دیانت وامانت میں اور ذاتی استعداد میں عمدہ درجہ کی صلاحیت ہے، لیکن سیاسی امور میں ان کی صلاحیت کو سامنے رکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم کبھی امارت اور سرداری قبول نہ کرنا۔ اسی طرح حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ: (**انه لخليقاً للامارة**) یہ تو حکمرانی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تو آپ ﷺ کی بعثت کا اہم ترین پہلو یہ کہ انسانی معاملات کو انسانی بنیادوں پر دیکھنا، مسائل کو پرکھنا، حقائق کا جائزہ لینا اور اس کی اساس پر نظام قائم کرنا۔

آج زوال کے دور میں ہماری خرابی یہ ہے کہ ہم نے معاشرے کی تشکیل میں طبقاتی، نسلی اور فرقہ وارانہ سوچ داخل کردی۔ سیاسی، معاشی اور سماجی تشکیل میں ہمارا نظریہ فرقہ واریت کا بن گیا۔ پہلے درجہ میں ہماری یہ سوچ بن گئی کہ مسلمان معاشرے صرف مسلمانوں کی حفاظت کے لئے ہیں، غیر مسلموں کے لئے مسلمانوں کے پاس نظام نہیں ہے۔ برعظیم پاک وہند پر انگریز کے تسلط کے بعد سے ان کے

زیرِ اثر مسلمانوں کا نظریہ گروہیت کا بن گیا ہے، مسلم اور غیر مسلم کی لڑائی کا نظریہ بن گیا۔ انسانی بنیادوں پر معاشروں کی تشکیل کے تصورات مسلمان میں سے ختم ہو گئے ہیں، یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ اور پھر مسلمان معاشروں میں نسلی اور لسانی بنیادوں پر فرق پیدا کر دیا، اور مسلمانوں کے اندر جو فرقے ہیں ان کی بنیادوں پر تقسیم کے عمل کو آگے بڑھایا گیا۔ ہیں تو مسلمان لیکن اپنے گروہ کے مقابلہ میں دوسرے گروہ کے نظریات کو قبول کرنے اور برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں، ان کے انسانی حقوق پورا کرنے کے لئے تیار نہیں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ آج کل جو ملک میں ہو رہا ہے، یہ دراصل سیاسی اختلاف ہے، لیکن اگر اس اختلاف پر بھی لوگ لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جائیں، ایک دوسرے کو برداشت نہ کریں، کتنا بڑا المیہ ہے۔ خاص کر پڑھا لکھا طبقہ جو کہتا ہے کہ ہم قانون کے محافظ ہیں تو اگر قانون کے محافظ عدم برداشت کا مظاہرہ کریں اور کسی فورم پر بات چیت کرنے کے بجائے سڑکوں پر آ کر ایک دوسرے کو گالیاں دینا شروع کر دیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے پیش نظر انسانیت کا نظریہ نہیں ہے۔ تو تقریر تو ہم کریں کہ حضور ﷺ تمام انسانیت کے لئے رحمت ہیں لیکن اس کا نمونہ ہماری زندگیوں میں ایک فیصد بھی نہیں۔ ہمارے اندر اتنی بھی برداشت نہیں ہے کہ ہم دوسروں کے انسانی حقوق ہی تسلیم کر لیں۔ افسوس کی بات یہ کہ ذاتی مفادات کی بنیاد پر الزام تراشیاں اور ایک دوسرے کی توہین کا عمل ہماری زندگی میں غالب ہے۔

حضور ﷺ نے اس نظریۂ انسانیت کی بنیاد پر جو عملی نظام قائم کیا تھا اس کے بنیادی امور کیا ہیں ہم نے کبھی نہیں سوچا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کبھی جھوٹ نہیں بولتا، ہتکِ عزت نہیں کرتا، قتل کا ارتکاب نہیں کرتا۔ اگر مسلمان کے کسی عمل سے انسانیت قتل ہو رہی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس کا ناقابل معافی جرم ہے، ایک آدمی نے فتویٰ دے دیا اور اس کے نتیجہ میں دو چار نوجوان قتل ہو گئے تو کیا خیال ہے اس کا اثر فتویٰ دینے والے پر نہیں ہو گا؟ یقیناً ہو گا وہ اس میں برابر کا شریک ہے۔ انسانیت کے نظریہ پر حضور ﷺ نے جو نظام قائم کیا تو اس نظام کی تشکیل کے لئے آپ ﷺ کی حکمت عملی کیا تھی آج اس کو جاننے کی بڑی ضرورت ہے۔ اگر ہم نظریۂ انسانیت کو غالب کرنا چاہتے ہیں تو کیا یہ کام اچھی تقریر، وعظ اور بات چیت کر لینے سے ہو جائے گا؟ اس سے نتائج نکل آئیں گے؟ حضور ﷺ نے اس کام کرنے کا جو طریقہ اختیار فرمایا اگر ہمارے پیش نظر نہیں ہے تو نتائج نہیں نکلیں گے۔

حضور اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں تیرہ سال تک ایک جماعت بنائی، عام افراد پر کام نہیں کیا بلکہ باصلاحیت، جرأت مند اور بہادر نوجوانوں پر کام کیا اور ان کی جماعت بنائی، ایک ایک فرد پر محنت کر کے جماعت تیار کی، اس جماعت کے متعلق قرآن نے کہا کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے، مجمع جمع نہیں کیا، بلکہ ایک ایسی منظم اور باصلاحیت جماعت تیار کی جس کا نصب العین، نظریہ، لائحہ عمل ایک تھا۔ اور وہ جماعت اپنے فیصلے میں آزاد اور خود مختار ہے، اور اس کا ہر فرد فیصلے کا پابند ہے۔

آج ہمارے ذہنوں سے ایک تو جماعت کا نظریہ ختم ہو گیا، ہم کہتے ہیں کہ انفرادی نظریہ سے تبدیلی آ جائے گی، اگر کسی درجہ میں جماعت بنائی بھی جاتی ہے تو اس کا ہدف کیا ہوتا ہے؟ تقریر، وعظ اور انفرادی اصلاح کرنا، جب کہ دین کے نظام کو غالب کرنے، نظامِ ظلم کو مغلوب کرنے کا کوئی ہدف ان کے مدنظر نہیں ہوتا، اور غلبۂ دین کی جو حکمت عملی عدم تشدد اور عقل و شعور کی بنیاد پر حضور ﷺ نے اپنائی وہ ہمارے پیش نظر نہیں۔ زوال کے دور میں خود ساختہ طریقہ ہم نے اختیار کر لیا ہے تو نتائج کیسے نکلیں گے۔ ہمارے ہاں تبدیلی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہماری پارٹی اور جماعت کا اقتدار آ جائے۔

آج زوال کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم نے سیرت کے ان اجتماعی اور اساسی پہلوؤں کو چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے آج جن حالات سے ہم دوچار ہیں، وہ بڑے افسوس ناک ہیں، ان حالات سے نکلنے کا طریقہ یہی ہے کہ ہم حضور ﷺ کی سیرت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل کو اپنی عملی زندگی میں پیش نظر رکھ کر اپنے نظریہ میں تبدیلی کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حضور ﷺ اور آپ کی جماعت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دینی مسائل

اس صفحہ پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

جوابات از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی
شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال: ہماری ہمشیرہ کا انتقال والدہ محترمہ کی زندگی میں ہو گیا تھا، بعد میں والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب ہمشیرہ کے نام رقبہ ہے، اس کی وراثت کیسے تقسیم ہو گی؟ جب کہ ہمشیرہ کے ورثاء میں خاوند، تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں، اور والدہ محترمہ کی موجود اولاد ہم دو بھائی اور دو بہنیں ہیں، جب کہ والدہ محترمہ کا انتقال ہمشیرہ کی زندگی میں ہو گیا تھا۔ بینوا و توجروا

راؤ عبدالتواب، فیصل آباد

جواب: آپ کی ہمشیرہ کی وراثت کی تقسیم اس طرح ہو گی کہ ان کے کل رقبہ کا چوتھائی حصہ ان کے خاوند کا ہو گا، اور کل رقبہ کا چھٹا حصہ والدہ کو جائے گا، باقی حصۂ رقبہ میں تینوں بیٹیوں کا ایک ایک حصہ اور تینوں بیٹوں کو دو دو حصے ملیں گے۔ والدہ کے حصہ میں سے ہمشیرہ کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا۔ بلکہ ان کی وراثت ان کی موجود اولاد یعنی دو بیٹوں اور دو بیٹیوں میں اس طرح تقسیم ہو گی کہ اس میں ایک ایک حصہ بیٹیوں کا، اور دو دو حصے بیٹوں کے ہوں گے۔ واللہ اعلم

رفتارِ کار

حضرت اقدس رائے پوری کا سفر عمرہ

از عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ

21 مارچ 2009ء بروز جمعۃ المبارک کو ادارہ رحیمیہ کے سرپرستِ اعلیٰ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری اپنے رفقا کے ہمراہ عمرہ کی نیت سے حرمین شریفین تشریف لے گئے تھے، اس موقع پر گردونواح کے احباب نے حضرت اقدس رائے پوری کی معیت میں نمازِ جمعہ ادا کی اور ملاقات و زیارت سے مستفید ہوئے، اور تمام احباب نے حضرت اقدس سے مصافحہ کیا، عصر کی نماز کے بعد حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی کا قافلہ لاہور ایئر پورٹ کے لئے ادارہ سے رخصت ہوا۔ حضرت اقدس مدظلہ العالی نے تمام احباب کے لئے دعا فرمائی۔ ایئر پورٹ پر بھی کافی احباب جمع ہو گئے تھے، وہاں بھی حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی، احباب نے بڑی محبت و عقیدت سے آپ کے قافلہ کو رخصت کیا۔

18 اپریل 2009ء بروز ہفتہ کو صبح 80:30 پر حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی عمرہ کے سفر سے واپس تشریف لائے تو اس موقع پر بھی احباب اور متوسلین سلسلہ رائے پور جمع تھے۔ لاہور ایئر پورٹ پر دوستوں نے استقبال کیا۔ پھر ادارہ رحیمیہ میں تشریف لائے۔ ادارہ میں آمد کے فوری بعد حضرت اقدس رائے پوری کے اعزاز میں ایک تقریب کا اہتمام ہوا، جس میں سب سے پہلے حضرت مفتی عبدالمتین نعمانی نے عمرہ کے حوالے سے اپنے تأثرات کا اظہار فرمایا، ان کے بعد مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے "سفر عمرہ سے ہم کیا رہنمائی لے سکتے ہیں" اس موضوع پر مفصل روشنی ڈالی، ان کے بعد مفتی سعید الرحمٰن صاحب نے خطاب فرمایا اور آخر میں حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی نے بھی خطاب فرمایا، دعا کے بعد تمام دوستوں نے حضرت اقدس مدظلہ العالی اور دیگر احباب سے مصافحہ کیا اس موقع پر حضرت مولانا حسین احمد علوی صاحب بھی چشتیاں سے تشریف لائے ہوئے تھے، انہوں نے درجِ ذیل اشعار حضرت اقدس مدظلہ العالی کی خدمت عالیہ میں پیش کئے۔

میرے حضرت مرحبا!

عمرہ کر کے آپ آ گئے، میرے حضرت مرحبا!
جھولیاں بھر کر ہیں لائے، میرے حضرت مرحبا!

بوئے گلزارِ مدینہ سے معطر، شاد کام!
آپ ہیں تشریف لائے، میرے حضرت مرحبا!

خاکِ پا: ابن علی ہے منتظر، فیضِ نظر
بے نوا خالی نہ جائے، میرے حضرت مرحبا!

(بقیہ سفر حرمین شریفین) مکۃ المکرمہ کے اس پہلے قیام کے دوران کافی احباب حضرت اقدس رائے پوری سے ملاقات اور زیارت کے لئے تشریف لائے۔ حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ شہید رحمۃ اللہ کے برادرِ اکبر مولانا محمد احمد صاحب زید مجدہم حرم شریف میں حضرت اقدس رائے پوری سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ آپ کا بڑا قدیم تعلق خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور سے ہے۔ آپ حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی معیت میں کئی جگہ اسفار میں ساتھ رہے ہیں، مولانا موصوف بعد میں ملاقات کے لئے ہوٹل بھی تشریف لائے۔ اور کافی دیر تک پرانی یادیں تازہ کرتے رہے۔ نیز حضرت اقدس اور مہمانوں کے لئے کھانا بھی بنوا کر لائے۔ کئی روز تک ان سے ملاقاتیں رہیں۔ اسی طرح حضرت مولانا ڈاکٹر محمد افضل صاحب (جو کہ دمام میں کنگ فہد یونیورسٹی میں لیکچرار ہیں) بھی ملاقات کے لئے خاص طور پر تشریف لائے، دمام سے ہی مولانا ثناء اللہ صاحب، جناب خالد داؤد صاحب، جناب محمد الماس صاحب، ینبوع سے محمد کاشف جمیل صاحب بھی حضرت سے ملاقات اور زیارت کے لئے تشریف لائے۔ جدہ سے خانقاہ رحیمیہ رائے پور کے قدیم منتظم اور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ کے خادم حاجی فضل الرحمٰن رائے پوری کی پوتی اور ان کے خاوند بدر منیر صاحب بھی ملاقات کے لئے آئے۔ یوں سعودیہ میں جن دوستوں اور احباب کو اطلاع ملتی رہی تشریف لاتے رہے۔

30 مارچ 2004ء بروز پیر کو مکۃ المکرمہ سے مدینۃ المنورۃ کے لئے روانگی ہوئی، نمازِ فجر کے بعد صبح 07:30 بجے بذریعہ بس مکہ مکرمہ سے چلے۔ اور 02:00 بجے کے قریب بلد النبی الامین مدینۃ المنورۃ میں پہنچنا ہوا، حرمِ النبوی الشریف کے انوارات رحمت و محبت ہر سو محسوس ہوتے ہیں، مدینہ منورہ میں ہمارا قیام ”شارع فہد“ پر واقع ایک ہوٹل ”دارالانصار“ میں ہوا۔ کھانا کھایا اور آرام کیا، اور غسل وغیرہ کر کے مسجد نبوی الشریف میں جانا ہوا، اور نماز کے بعد حضرت اقدس مدظلہ العالی کی معیت میں روضہ اقدس سید الکونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر مواجہہ شریف میں حاضری کا موقع ملا، ہر آدمی اپنے کو خطاؤں کا پتلا سمجھے ہوئے درود شریف پڑھتے ہوئے صلوٰۃ و سلام پیش کئے ہوئے تھا۔ سب سے پہلے روضۂ اقدس پر حضور اقدس ﷺ کی خدمت عالیہ میں سلام پیش کیا، پھر حضرات شیخین خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اور خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت عالیہ میں سلام پیش کیا۔ جذب و کیف کی ایک خاص کیفیت تھی، کچھ دیر قیام کے بعد پُرنم آنکھوں سے واپسی ہوئی۔

مدینہ منورہ میں 30 مارچ سے 09 اپریل تک کے دس روزہ قیام میں حضور اکرم ﷺ کی انقلابی جدوجہد کو سمجھنے کا بڑا موقع ملا، وہ مقامات جہاں آپ ﷺ اور آپ کی جماعت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دین حق کے غلبہ کے لئے قربانیاں دی ہیں، دیکھنے اور سمجھنے کے مواقع ملے، نیز منبر رسول ﷺ اور روضہ اقدس کے درمیان واقع ”ریاض الجنۃ“ میں عبادت کے مواقع ملے۔ اسی طرح جنت البقیع میں حاضری کا موقع ملا، جہاں خلیفۂ ثالث امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کی جماعت کے اولوالعزم صحابہ، ازواجِ مطہرات کے مزارات پُر انوارات ہیں، حضرت اقدس مدظلہ العالی کی معیت میں دو تین بار جنت البقیع جانا ہوا۔ جہاں مذکورہ حضرات کے فیوضِ انوار سے مستفید ہونے کا موقع ملا، نیز آئمہ کرام میں امامِ دارالھجرہ امام مالک رحمہ اللہ اور ہمارے بزرگوں میں قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہٗ حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ کے استاذ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ مدفون ہیں، ان کی خدمت عالیہ میں سلام پیش کیا۔

مدینہ منورہ میں ان مقامات پر جانا ہوا، جہاں حضور اقدس ﷺ کی انقلابی جدوجہد کے انمٹ نقوش موجود ہیں، آپ ﷺ ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد قبا میں قیام فرمایا، اس تاریخی مسجد میں دو رکعت ادا کرنے کا موقع ملا۔ اسی طرح غزوۂ اُحد کے شہداء جنہوں نے غلبہ دین کے لئے جامِ شہادت نوش کیا، کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ غزوۂ اُحد کے میدانِ جنگ کو سمجھنے اور ان حضرات کی جدوجہد اور قربانیوں کے انمٹ نقوش کو سمجھنے کا موقع ملا۔

اسی طرح ایک روز خانقاہ کے قدیم متوسل جناب محمد رفیق صاحب اپنی گاڑی میں حضرت اقدس مدظلہ العالی کو ”بدر“ لے گئے، مدینہ منورہ سے ”بدر“ تک سنگلاخ پہاڑوں کا سلسلہ ہے۔ آج کل تو حکومت نے ”موٹروے“ بنادی ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے ان سنگلاخ پہاڑوں کو عبور کر کے کس طرح دشمن کے مقابل صف آرائی فرمائی، اور مکہ کے ظالمانہ نظام پر پہلی کاری ضرب لگائی، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مشقت اور ان کی اولوالعزمی کا اندازہ اس پُر مشقت سفر سے ہو جاتا ہے۔ بدر جاتے ہوئے راستہ میں ”بیر روحا“ پر ٹھہرنا ہوا، اس کنویں میں حضور ﷺ نے اپنا دہن مبارک ڈالا تھا، اور صحابہ کرام کی کثیر تعداد نے اس سے اپنی پانی کی ضروریات پوری کی تھیں، ”بدر“ پہنچ کر شہدائے بدر کے میدان پر حاضری ہوئی، اور میدانِ بدر کا مشاہدہ کیا، مکۃ المکرمۃ سے بدر آئیں تو ریگستان راستہ میں آتا ہے، بدر کے مقام پر مدینۃ المنورہ سے شروع ہونے والا پہاڑی سلسلہ اور مکۃ المکرّمہ کی طرف سے آنے والا ریگستانی سلسلہ ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ اس پُر انوار شہر میں ”مسجد عریش“ میں دو رکعت نماز ادا کی۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولوالعزم جدوجہد کو سمجھنے کی کوشش کی کہ انہوں نے کس طرح اس مقام پر انسانی تاریخ کا رُخ موڑ دیا، اور انسانیت کے دشمنوں پر رعب پیدا کر کے دین حق کے غلبہ کا اہم کام سرانجام دیا۔ ظہر کے نماز سے پہلے ”بدر“ سے واپسی ہوئی۔

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران بھی احباب بڑی کثرت سے حضرت اقدس رائے پوری سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ جناب مولانا مفتی محمد اشرف عاطف صاحب ”الخبر“ سے تشریف لائے اور دو دن قیام فرمایا، اسی طرح حضرت مولانا محمد افضل صاحب دوبارہ مدینہ منورہ میں بھی تشریف لائے۔ انہوں نے مدینہ منورہ کے مشائخ اور اساتذۂ حدیث کو حضرت اقدس رائے پوری کی آمد کی اطلاع کر دی، پھر کیا تھا، بہت سے مشائخ تو حضرت اقدس رائے پوری سے ملاقات و زیارت کے لئے ہوٹل میں تشریف لائے، اور انہوں نے اپنی حدیث کی سند بلند کرنے کے لئے آپ سے اجازت لی، ان حضرات میں شیخ ڈاکٹر ابراہیم بن نور سیف اسسٹنٹ پروفیسر حدیث فیکلٹی اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ، ڈاکٹر محمد باجابر ایسوسی ایٹ پروفیسر کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ، ڈاکٹر عمر ابراہیم نور سیف اسسٹنٹ پروفیسر اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ، شیخ معاذ ابراہیم نور سیف و شیخ محمد نور ابراہیم نور سیف شامل تھے، انہوں نے حدیث مسلسل بالاولیہ (الراحمون یرحمھم الرحمن تبارک و تعالیٰ، ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء) ترجمہ: ”رحم کرنے والوں پر رحمٰن تبارک و تعالیٰ رحم کرتا ہے، لوگو رحم کرو زمین والوں پر تم پر آسمان والا رحم کرے گا“ پڑھ کر اجازت لی۔

انہوں نے ہمارے ہوٹل کے قریب واقع ”محلّہ مصانع“ کی مسجد کے امام شیخ حامد بن احمد بن اکرم البخاری کو حضرت اقدس رائے پوری کی آمد کی اطلاع کر دی، چنانچہ نمازِ عصر کے بعد وہ تشریف لے آئے، انہوں نے حضرت اقدس رائے پوری کے سامنے ”مؤطا امام مالک“ قرأت کرنے کی اجازت چاہی اور اس حوالہ سے عشاء کے بعد اپنے مکان پر دعوت کی۔ اس موقع پر انہوں نے مدینہ کے دیگر علماء کرام اور مشائخ کو بھی دعوت دی، ان میں شیخ ڈاکٹر یحیٰ بن عبدالرزاق الغوثانی (شاگردِ رشید شیخ محمد یاسین الفادانی تلمیذ امام عبیداللہ سندھیؒ) اور ان کے صاحبزادگان عاصم اور حمزہ و شیخ عبداللہ بن الناجی المخلافی و شیخ احمد بن عبدالملک عاشور و شیخ عبداللہ بن احمد الثوم السودانی و شیخ انس الکندری الکویتی بھی تھے، شیخ حامد بخاری اور ان کے صاحبزادے عبداللہ البخاری نے حضرت کے اعزاز میں پُر تکلف دعوت کا اہتمام کیا تھا، کھانے کے بعد مؤطا امام مالک کی قرأت شروع کی، سب سے پہلے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی نے حمد و صلوٰۃ کے بعد مؤطا امام مالک کی اپنی سند یوں بیان فرمائی:

”حدثنی شیخی شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا الکاندھلوی قال حدثنی

شیخی مولانا خلیل احمد السہارنفوری قال حدثنی شیخی مولانا عبد القیوم البدانوی قال حدثنی شیخی الشاہ محمد اسحاق الدہلوی قال حدثنی الشاہ مولانا عبد العزیز الدہلوی قال حدثنی حضرت الامام حجة الاسلام الشاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم الدہلوی و اسنادہ منہ الیٰ امام دار الھجرۃ سیدنا مالک بن انس رحمة اللہ مطبوعة ''

مؤطاامام مالک کے پچاس ساٹھ صفحات پڑھ کران تمام حضرات نے اجازت لی،اسی طرح چندروز بعد ''شمائل ترمذی'' بھی مکمل پڑھ کراجازت لی، پھران حضرات نے مسلسلات میں سے ''حدیث مسلسل باالاولیہ'' پڑھ کراجازت لی،اورصحاح ستہ کی دیگر کتابوں کی تحریری اجازت بھی حاصل کی۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ہمارے احباب میں حضرت مولاناڈاکٹرسعیدالرحمٰن صاحب،مفتی عبدالمتین نعمانی اورمولانامختارحسن اورراقم الحروف نے بھی مؤرخہ:17اپریل2009ءبمطابق ۲۱/ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ مسجد نبوی شریف میں بعدنمازِظہرحضرت اقدس مدظلہ العالی سے مسلسلات سمیت تمام کتبِ احادیث کی اجازت لی، راقم نے ایک حدیث پڑھی،حضرت اقدس مدظلہ العالی نے کمالِ شفقت فرماتے ہوئے اپنے اساتذہ کرام کے سلسلۂ سند سے احادیث کی اجازت مرحمت فرمائی۔اس موقع پرحضرت نے فرمایا کہ میں نے مؤطاامام مالک، بخاری جلداول،سنن ابی داؤد،شمائل ترمذی اور مسلسلات حضرت شیخ الحدیث مولانامحمدزکریاصاحب سے پڑھی اور بخاری جلدثانی حضرت مولاناعبداللطیف صاحب ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور سے پڑھی اور مسلم شریف مولانامنظوراحمدخان صاحب سے اورطحاوی شریف،سنن نسائی اورابن ماجہ مولانااسعداللہ صاحب اورجامع ترمذی شریف اورمشکوٰۃ شریف حضرت مولانامفتی سعیداحمدصاحب صدرمفتی مدرسہ مظاہرالعلوم سے پڑھی ہیں۔

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران یہاں کے احباب نے بڑی خدمت کی،مدینہ میں ہماری آمد سے ایک دن قبل جناب محمداسلوب قریشی صاحب تشریف لے آئے تھے۔انہوں نے اپنی نگرانی میں تمام انتظامات کیئے۔ خاص طورپر''خیبر'' سے ہمارے دوست جناب نورمحمدصاحب اورمدینہ میں کام کرنے والے جناب محمدسلطان صاحب ان دونوں دوستوں نے مدینہ منورہ کے ایک ہفتہ کے قیام کے دوران ہمارے کھانے اورآرام کابہت خیال رکھا۔یہ حضرات خودکھاناتیارکرتے اورکپڑوں کے دھونے کاانتظام کرتے،الغرض ان حضرات نے بہت خدمت کی۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیرعطافرمائے۔اورپھران دونوں نے حضرت اقدس سے بیعت بھی کی۔اور مشائخ رائے پور کے معمولات کوحرزِجاں بنایا،اسی طرح بھائی محمدرفیق صاحب بھی وقتاًفوقتاً کھانے پینے کی اشیاء لاتے رہے،اسی طرح مدینہ منورہ میں ڈاکٹرعنایت اللہ خلجی بھی مہمانوں کی خدمت کرتے رہے،اوربھائی محمدماجد کورائی نے اپنے مکان پرحضرت اودیگرتمام مہمانوں کی دعوت کی۔حضرت ان کے مکان پرتشریف لے گئے، کھاناکھایااوردعافرمائی۔مدینہ منورہ میں حضرت سے ملاقات کے لئے مسجدنبوی کے مدرس جناب قاری محمد فاروق صاحب بھی وقتاًفوقتاً تشریف لاتے رہے۔موصوف امام انقلاب مولاناعبیداللہ سندھیؒ کے شاگردجناب علامہ محمدصدیق ولی اللہی کے بھتیجےاورحضرت مولاناقاری رحیم بخش پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد ہیں۔ان کابھی قدیمی تعلق خانقاہ سے رہاہے۔

مدینہ منورہ میں دس روزہ قیام کے بعد09اپریل2009ءکومکۃ المکرّمہ کے لئے واپسی ہوئی۔اس روزنمازِ ظہرمسجدالنبوی الشریف میں اداکی،اس کے بعدحضرت اقدس مدظلہ العالی کی معیت میں روضۂ اقدس پرحاضری ہوئی۔آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں صلاۃ وسلام پیش کیا،اوررخصت چاہی۔تمام دوست اشکبارآنکھوں سے رخصت ہوئے۔اگرچہ تمام حضرات کے دل میں تڑپ تویہ تھی کہ قدموں میں ٹھہراجائے،لیکن اس عزم کے ساتھ اجازت لی کہ آپ ﷺ کے نظریہ فکروعمل کوغالب کرنے کی جدوجہداورکوشش جاری رکھی جائے گی،اور دین حق کے غلبہ کے لئے جان ومال کی قربانی دینے میں بھی دریغ نہ کیاجائے گا۔اللہ تعالیٰ اس عزم پرقائم رہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

نمازِظہرکے بعدہوٹل سے مکۃ المکرّمہ کے لئے روانگی ہوئی۔بھائی محمدرفیق صاحب اپنی کارمیں حضرت اقدس مدظلہ العالی کومکۃ المکرّمہ پہنچانے کاعزم کئے ہوئے تھے۔اس لئے ان کی کارمیں حضرت اقدس مدظلہ العالی کے ساتھ جناب مفتی سعیدالرحمٰن صاحب،مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب اورراقم الحروف مدینہ منورہ سے مکۃ المکرّمہ آئے۔باقی احباب بذریعہ بس مکۃ المکرّمہ تشریف لائے۔مدینہ منورہ سے روانہ ہوکر''ذوالحلیفہ'' کے مقام پرعمرہ کی نیت سے احرام باندھااوردورکعت نمازاداکی اوربدرکے راستہ سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے،یوں دوبارہ''بدر'' سے گزرناہوا،نمازِعصرکنگ عبداللہ سٹی کے قریب''بعثر''کی مسجدمیں اداکی۔اورنمازِمغرب''عسفان'' میں ایک مسجدمیں اداکی۔تقریباً09بجےرات مکۃ المکرّمہ پہنچناہوا۔رات آرام کرکے صبح فجرکے بعددوسراعمرہ ادا کیا۔

09اپریل سے17اپریل2009ءکی شام تک مکۃ المکرّمہ میں قیام رہا۔اس دوران مکۃ المکرّمہ میں ان مقامات کی زیارت کی،جوآپ ﷺ کی سیرت مبارکہ میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔وحی الٰہی کاآغازجبل نورپر''غارِحرا'' سے ہوا،اس کی زیارت کی۔ہجرت کااہم ترین نقطہ آغاز''جبل ثور''پر''غارِ ثور'' سے ہوا،اس کی زیارت کی،نیزمیدانِ عرفات،منیٰ اورمزدلفہ کامشاہدہ کیا۔اورجنت المعلیٰ میں مدفون حضرات کے فیوضات وبرکات سے مستفید ہوئے،ہمارے مشائخ رائے پورکے سرخیل سید الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجرمکی،اورولی اللہی سلسلہ کے اہم رہنماحضرت شاہ محمداسحاق دہلوی،شاہ محمدیعقوب دہلوی یہاں مدفون ہیں،ان سمیت تمام حضرات کے لئے ایصالِ ثواب کیا۔

مکۃ المکرّمہ کے اس قیام کے دوران بھی خانقاہ سے متعلق احباب حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی سے ملاقات کے لئے تشریف لائے،حضرت مولانامفتی محمداشرف عاطف صاحب دوبارہ تشریف لائے اورمولانامحمدافضل صاحب سہ بارہ تشریف لائے۔اوراسی طرح''ابہٰی'' سے مولاناحافظ حسین احمد اورمولوی انعام اللہ صاحب بھی تشریف لائے،ایک دن حضرت اقدس مدظلہ العالی اورراقم جدہ میں حاجی فضل الرحمٰن صاحب کی پوتی کے گھربھائی بدرمنیرکے ہاں تشریف لے گئے،کھاناکھایااوردعاکی۔اسی طرح خانقاہ سے متعلق جناب ڈاکٹرعبدالحفیظ صاحب جوکہ مکۃ المکرّمہ کے ایک ہسپتال میں ڈاکٹرہیں۔انہوں نے اپنے گھرپربڑی پُرتکلف دعوت کااہتمام کیا۔تمام احباب کی بڑی خدمت کی۔اسی طرح مکۃ المکرّمہ کے اس دفعہ کے قیام میں بھی حضرت اقدس سے تعلق رکھنے والے نوجوان دوست حامداللہ جان نے احباب کی بڑی خدمت کی۔وہ ہروقت تمام دوستوں کی خدمت میں ہمہ تن حاضررہتے تھے،نیزآخری دنوں میں محترم محمداسلوب قریشی صاحب نے بھی اپنے گھرپرحضرت اقدس مدظلہ العالی کی پُرتکلف دعوت کااہتمام کیاتھا،انہوں نے بھی اس پورے سفرمیں دوستوں کی بڑے ذوق وشوق سے بھرپورخدمت کی۔

مکۃ المکرّمہ کے اس قیام میں بھی دوستوں نے محبت وعظمت اوراہمیت سے خانہ کعبہ کے فیوضات وبرکات سمیٹے،ملتزم سے لپٹ کردعائیں کیں،حطیم میں عبادت کی،میزابِ رحمت پردعائیں کرنے کے مواقع ملے۔ مولدالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اورآخرمیں ملتزم پراس بات کاعہدکیاکہ امامِ انسانیت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کرسیدالانبیاءحضرت محمدمصطفیٰ ﷺ تک انبیاءعظام کی تحریک،مشن،ان کے انقلابی کردارکوزندہ رکھنےاوراگلی نسل تک منتقل کرنے کے لئے جدوجہدجاری رکھی جائے گی۔اوراللہ سے اس بات کی توفیق طلب کی کہ ہمیں اپنے عزم پرقائم رہنےاورفلاحِ دارین کے لئے کام کی توفیق عطافرمائے۔اورہماری خطائیں،لغزشیں اورکوتاہیاں معاف فرمائے۔**ربنا اغفرلنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا و ثبت اقدامنا وانصر نا علی القوم الکافرین.**

حرمین شریفین کے انوارات وفیوض وبرکات کوسمیٹتے ہوئے ایک ماہ گزرگیا،اوروقت گزرنے کاپتہ بھی نہ چلاتھاکہ واپسی کاوقت قریب آگیا۔بالآخر17اپریل بروزجمعۃ المبارک واپسی کادن تھا،نمازِ جمعۃ المبارک حرم شریف میں اداکی،اس کے بعدنمازِعصرتک حرم میں ہی رہے۔اورنمازِعصرکے بعدحرم شریف سے بوجھل دل کے ساتھ رخصت ہوئے اورشام08بجے ہوٹل سے جدہ ائیرپورٹ کے لئے روانہ ہوئےاوررات01:10پرجدہ سے روانہ ہوکرصبح08:30پرلاہورائیرپورٹ پراُترے۔یوں تقریباًایک ماہ پرمشتمل یہ مبارک سفرپایۂ تکمیل کوپہنچا۔

حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً کا مبارک سفر

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں

از مفتی عبدالخالق آزاد

حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً کرہ ارض کی سب سے پُرعظمت اور بلندیٔ نسبت کی حامل سرزمین ہے۔ ہر سچا مسلمان اپنے دل کی گہرائی سے ان دونوں مقامات کی عظمت ومحبت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس تناظر میں خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور سے تعلق رکھنے والے احباب کا عرصہ سے تقاضہ تھا کہ حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ کی معیت میں حج یا عمرہ کے لئے حرمین شریفین جانا ہو۔ گزشتہ دو تین سالوں سے حج کے لئے درخواستیں دی جا رہی تھیں، لیکن قرعہ اندازی میں نام نہ آنے کی وجہ سے سفر حج نہ ہوسکا۔ اس سال عمرہ کا فیصلہ ہوا اور حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی نے عمرہ کے سفر کا ارادہ فرمالیا، چنانچہ 21 مارچ 2009ء بمطابق ۲۲/ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ بروز جمعۃ المبارک کو حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالی نے عمرہ کی نیت سے حرمین شریفین کے لئے سفر فرمایا، حضرت اقدس مدظلہ العالی کی معیت میں راقم کو بھی اس سفر میں شرکت کا موقع ملا۔ دیگر رفقائے کرام میں حضرت اقدس رائے پوری کے مجازین حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر سعید الرحمٰن زیدمجدہم صدر ادارہ رحیمیہ، حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی زیدمجدہم (مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ خدیجۃ الکبریٰ، بورے والا)، حضرت مولانا مختار حسن زیدمجدہم (خطیب جامع مسجد درزیاں نوشہرہ) محترم جناب محمد سرور جمیل اور دیگر متوسلین واحباب میں محترم سید اصغر علی شاہ (پیر جوگوٹھ)، محترم آفتاب احمد عباسی (کراچی) حاجی محمود الحسن (صاحبزادہ حضرت خان محمد یوسف خان صاحب، نورارتھ) اور جناب مرزا جاوید حمید صاحبان شامل تھے، کل 10 اراکین وفد جمعہ کی شام 07:40 پر بذریعہ پی آئی اے لاہور سے جدہ کے لئے روانہ ہوئے۔ لاہور سے خانقاہ کے متعلقین ومتوسلین نے بڑی محبت سے روانہ کیا۔ لاہور ائیرپورٹ پر سب لوگوں نے احرام باندھ لیا تھا، راستہ میں سب نے عمرہ کی نیت کی۔ رات 11:30 پر جدہ ائیرپورٹ پر اُترنا ہوا۔ دو، ڈھائی گھنٹہ ائیرپورٹ پر لگے، اور گھنٹہ سوا گھنٹہ جدہ سے مکہ تک لگا، اور یوں بلد اللہ الحرام مکۃ المکرمۃ میں رات 3 بجے کے قریب پہنچنا ہوا، اس شہر کی عظمت اور اہمیت وجلال نے سب لوگوں کے دلوں پر خاصا اثر چھوڑا، طویل سفر اور حضرت اقدس کی علالت کے سبب یہی فیصلہ کیا گیا کہ عمرہ کی ادائیگی صبح دن میں کی جائے۔ حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی کے سفر عمرہ کا پروگرام بنتے ہی خانقاہ کے قدیم متوسل محترم جناب محمد اسلوب قریشی صاحب (جو کہ مکۃ المکرّمہ میں کاروباری حوالہ سے قیام پذیر ہیں اور تب پاکستان آئے ہوئے تھے) نے حضرت اقدس مدظلہ العالی اور رفقاء کی خدمت کے لئے خاص طور پر لاہور سے مکۃ المکرّمہ کا سفر کیا ہے۔ اور وہ اس قافلہ سے ایک دن پہلے مکہ مکرمہ تشریف لے آئے تھے۔ ہمارے جدہ ائیرپورٹ پر اُترتے ہی انہوں نے فون پر رابطہ کرلیا تھا، چنانچہ ہمیں جس ہوٹل میں ٹھہرنا تھا، اُسی جگہ انہوں نے ہمارا استقبال کیا۔ مکہ میں ہمارا قیام "طریق الھجرۃ" پر "فندق المناھل" میں ہوا۔

22 مارچ دن کے 10:00 بجے محترم قریشی صاحب نے حضرت اقدس مدظلہ العالی کے لئے وہیل چیئر کا انتظام کرلیا تھا۔ چنانچہ اسی وقت ہم اپنے ہوٹل سے حضرت کی معیت میں مسجد حرام کی طرف روانہ ہوئے۔ جدہ میں قیام پذیر ایک دوست جناب حامداللہ جان اپنی گاڑی میں حضرت اقدس مدظلہ العالی اور بھائی محمد سرور صاحب کو مسجد حرام کے دروازے پر لائے۔ اور وہاں سے وہیل چیئر پر قریشی صاحب حضرت اقدس مدظلہ العالی کو لے کر مسجد حرام میں آئے۔ جب کہ دیگر افراد ہوٹل سے پیدل ہی مسجد حرام کی طرف روانہ ہوئے۔ اور "باب الفتح" سے مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ عظمت وہیبت لئے ہوئے "بیت اللہ الحرام" ہمارے سامنے ہے۔ بے ساختہ "اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ" زبان پر جاری ہوجاتا ہے۔ انسان مبہوت اور حیران ہوکر اس کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہوجاتا ہے۔ اللہ کے گھر کی عظمت دل کی گہرائیوں میں پیوست ہوجاتی ہے۔ جو انسانی روح میں اللہ کی چاہت ومحبت، عظمت وبلندیٔ نسبت، اس کی حقیقت ومعرفت کا سچا جذبہ پیدا کرنے اور عقل وشعور بیدار کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ خانۂ کعبہ کی عظمت وہیبت اس کے سامنے آنکھ اُٹھانے کی اجازت نہیں دے رہی، بہرحال جذبات پر قابو پاتے ہوئے دعا کی جاتی ہے، اور حضرت اقدس مدظلہ العالی کی معیت میں پہلے طوافِ کعبہ کیا جاتا ہے۔ اور سعی کے لئے صفاء ومروہ پر جانا ہوتا ہے۔ کوشش کی جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق تمام امور سرانجام پاجائیں، سعی کے دوران ہی نمازِ ظہر کے لئے اذان ہوگئی، سعی سے فارغ ہوکر ظہر کی نماز مسجد حرام میں ادا کی گئی، بعد از نمازِ ظہر بال کٹوا کر احرام کی حالت سے باہر آئے۔

پھر 22 مارچ سے 30 مارچ کی صبح فجر تک بلد اللہ الحرام مکۃ المکرمۃ زادھا اللہ شرفاً و تعظیماً میں ٹھہرنا ہوا۔ اس دوران تمام احباب اپنی اپنی ہمت کے مطابق بیت اللہ الحرام میں نازل ہونے والے انواراتِ الٰہیہ سے مستفید ہوتے رہے۔ زیارتِ کعبۃ اللہ، طواف، تلاوت، ذکرِ الٰہی اور مراقبہ میں مصروف رہے۔ اور پوری جماعت خاص طور پر خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور سے وابستہ احباب اور متوسلین کے لئے دنیوی واخروی فلاح کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ تقریباً روزانہ نمازِ عصر اور نمازِ عشا کے درمیان اور نماز فجر کے بعد حضرت اقدس مدظلہ العالی "بابِ فھد" اور "باب عبدالعزیز" کے درمیان اپنے احباب کے ساتھ تشریف فرما ہوتے، اور معمولات میں مشغول رہتے، اور زیارتِ "کعبہ مشرفہ" سے مستفید ہوتے۔ مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران ہمارے احباب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی اس عظیم الشان جدوجہد کو سمجھنے کی کوشش کی، جس نے اس مبارک مرکز کو دنیا بھر کے انسانوں کے لئے امن، خوشحالی، اور عدل وانصاف کا مرکز بنا دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تحریک حنفیت اور اس کے اثرات ونتائج کو سمجھا گیا۔ اور یہ سمجھنے کی کوشش کی گئی کہ اس تحریکِ حنفیت کی تکمیل اور اس کو بین الاقوامی سطح پر غالب کرنے کے لئے سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی جدوجہد کے انقلابی پہلو کیا تھے۔ مکہ مکرمہ میں ابوجہل کے ظالمانہ نظام کے مقابلہ پر آنحضرت ﷺ کی جرأت مندانہ اور الوالعزمی پر مبنی جدوجہد کیسے بتدریج آگے بڑھی، مکی دور میں آپ ﷺ نے انقلابی جماعت کی تیاری کے لئے ایک ایک فرد پر محنت کی، اور جماعت کو منظّم کیا اور اس سلسلہ میں تکالیف برداشت کیں، جماعت قائم کرنے کے اُسوۂ حسنہ کو سمجھنے کی پوری کوشش کی گئی۔

کعبۃ المشرفۃ میں (جو کہ بقول امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ: ملاءِ اعلیٰ کے لوگوں کی ہمتوں اور جرأتوں کے انوارات سے پُر رہتا ہے) اولوالعزم انبیاء کے بلند ارادوں پر مبنی پُرعظمت جدوجہد کے اثرات نمایاں طور پر محسوس ہوتے ہیں۔ ان سے راہنمائی لینا اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو استوار کرنے کی فکر اپنے اندر پیدا کرنے کا جذبہ بیدار رہوا۔ مکۃ المکرّمۃ کی پُرعظمت سرزمین دراصل انبیائے عظام، صحابہ کرام، مجددین اولیاء اللہ اور اولوالعزم انسانوں کی جدوجہد، ان کے بلند ارادوں اور پُرعظمت ہمتوں کو اپنے اندر محفوظ کئے ہوئے ہے۔ اور ہر آنے والے کے دل ودماغ پر اس کی ہمت واستعداد کے بقدر اس کے نقوش منقش ہوتے ہیں، ہمارے احباب نے بھی بقدرِ ہمت واستعداد اس مرکز کے فیوضات وانوارات جذب کرنے کی پوری جدوجہد اور کوشش کی۔ مکۃ المکرّمہ میں قیام کے دوران محترم جناب محمد اسلوب قریشی اور جناب حامداللہ جان نے تمام اراکین وفد خاص طور پر حضرت اقدس مدظلہ العالی کی بڑی خدمت کی، محترم قریشی صاحب کھانا خود اپنے ہاتھ سے تیار کرتے، کپڑے دھونے کا انتظام کرتے اور حامداللہ صاحب ہوٹل تک پہنچانے اور دیگر خدمات سرانجام دیتے تھے۔ اسی طرح اراکین وفد میں مولانا مختار حسن صاحب، جناب آفتاب احمد عباسی صاحب اور جناب مرزا جاوید حمید صاحب نے چائے وغیرہ کی خدمت اور دیگر انتظامات کیلئے اپنے آپ کو وقف کئے رکھا، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۶ پر)